مصابیح السنّۃ : یہ حدیث کی بہت مشہور اور اہم کتاب ہے اور بڑی معتبر اور مستند خیال کی جاتی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ خطیب تبریزی (م ۷۳۰ھ) کی 'مشکوٰۃ المصابیح'، جو عربی مدارس کے نصاب میں شامل ہے، اس کا تکملہ ہے۔

یہ کتاب ابواب و فصول میں منقسم ہے۔ ہر باب کی حدیثیں دو فصلوں میں صحاح اور حسان کے عنوان سے شامل کی گئی ہیں۔ صحاح کے اندر بخاری و مسلم اور حسان کے اندر ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ اور دارمی وغیرہ کی حدیثیں درج ہیں ۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں کہ :

> یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہ کتاب نیت والی حدیث سے شروع ہوتی ہے۔ اور نیت ہی ہر کام کا سرا ہوتا ہے۔ اور اس کا خاتمہ آخرت کے لفظ پر ہوا ہے جو کتاب کے حسنِ خاتمہ کی خبر دیتا ہے[۱]۔"

'مصابیح السنۃ' میں احادیث کی تعداد ۴۵۰۰ کے قریب ہے۔ ان میں نصف سے کچھ کم صحاح (صحیحین کی) اور نصف سے کچھ زیادہ حسان (سنن کی) ہیں۔ امام نووی (م ۶۷۶ھ) امام بغوی کے صحاح و حسان کی تقسیم کے بارے میں لکھتے ہیں :

> و اما تقسیم البغوی الی حسان وصحاح مرید ا بالصّحاح ما فی الصحیحین و بالحسان ما فی السّنن فلیس لصواب لانّ فی السّنن الصحیح و الحسن و الضعیف والمنکر[۱]
>
> (بغوی نے صحاح و حسان کی تقسیم کرکے جو صحاح سے صحیحین کی اور حسان سے سنن کی حدیثیں مراد لی ہیں وہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ سنن میں تو صحیح، حسن ضعیف اور منکر ہر طرح کی حدیثیں ہیں۔)

مصابیح السنۃ کی اہمیت اور خصوصیت کی وجہ سے اس کی متعدد شرحیں اور مختصرات لکھے گئے۔ محی السنۃ مولانا سیّد نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) نے اتحاف النبلاء میں ۲۹ شروح اور مختصرات کے نام لکھے ہیں[۲]۔

شرح السنۃ : یہ بھی امام بغوی کی مشہور کتاب ہے۔ اس میں مشکلات وغرائب حدیث اور فقہی مسائل کا تذکرہ ہے۔

حاجی خلیفہ مصطفی بن عبداللہ (م ۱۰۶۷ھ) کشف الظنون میں امام بغوی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ امام بغوی نے مقدمہ میں اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے :

" یہ کتاب اخبار و روایات کے گوناگوں علوم و فوائد پر مشتمل ہے۔ اس میں حدیثوں کے مشکلات کو حل اور غریب کی تفسیر کی گئی ہے۔ نیز ان سے مستنبط ہونے والے فقہی احکام اور ان کے سلسلہ میں علماء و فقہاء کے اختلافات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ شرح احکام کے سلسلہ میں مرجع اور ایسی اہم باتوں اور ضروری نکتوں پر مشتمل ہے جن سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔ میں نے اس میں وہی باتیں لکھی ہیں جن پر ماہرین فن، ائمہ سلف کا اعتماد و اعتبار ہے اور ان چیزوں کو چھوڑ دیا ہے جن کو ان بزرگوں نے چھوڑ دیا ہے[13]"

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں :-

" امام نووی، محی السنۃ بغوی اور ابوسلیمان خطابی شرح حدیث کے سلسلہ میں تمام شوافع میں زیادہ قابل اعتماد ہیں۔ ان لوگوں کے قول محکم اور کثیر پُرمغز ہوتی ہیں خصوصاً شرح السنۃ فقہ حدیث اور توجیہہ مشکلات میں نہایت کافی و شافی ہے۔ گویا کہ مصابیح اور مشکوٰۃ کی شرح اسی سے ہو جاتی ہے[14]"

شرح ترمذی : علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) نے اپنے مضمون " حجاز کے کتب خانے " میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کے جزو ثانی کا نسخہ کتب خانہ محمودیہ مدینہ منورہ میں موجود ہے[15]

امام ابوبکر محمدؐ بن عبداللہ بن العربی

(م ۵۴۳ھ)

امام ابن العربی ۲۲ شعبان ۴۶۸ھ میں پیدا ہوئے[16] ان کا مولد و مسکن اندلس کا مشہور شہر اشبیلیہ تھا۔ امام ابن العربی نے جن اساتذہ سے اکتساب فیض کیا ان کی تفصیل علامہ ذہبی (م ۷۴۸ھ) اور علامہ ابن فرحون مالکی (م ۷۹۹ھ) نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کی ہے[17]

۱۷ سال کی عمر میں بلادِ مشرق کی سیاحت کے لیے نکلے، اور شام، بغداد، اسکندریہ و مصر کی سیاحت کی۔ اور ہر جگہ کے اربابِ فن سے مستفید ہوئے۔ حدیث سے خاص شغف تھا، اور ان کی بدولت اندلس میں حدیث و اسناد کے علم کو بڑا فروغ ہُوا۔ حدیث کے علاوہ امام ابن العربی تفسیر، فقہ، ادب و بلاغت، کلام اور تاریخ میں کافی عبور رکھتے تھے[18]

جملہ علوم اسلامیہ میں ان کے درک و مہارت سے ان کی جامعیت کا پتہ چلتا ہے۔ مؤرخین کا متفقہ بیان ہے کہ علمائے مغرب میں مشرق کی سیاحت کرنے والوں میں ان سے زیادہ علم سے مالا مال ہو کر آنے والا کوئی اور شخص نہ تھا[19] تحصیل تعلیم کے بعد اپنے وطن واپس آئے اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوگئے۔ قاضی عیاض مالکی (م ۵۴۴ھ) آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں[20] فقہی مذہب میں وہ بلادِ مغرب کے علماء و فقہاء کی طرح امام دار الہجرت مالک بن انس (م ۱۷۹ھ) کے مسلک سے وابستہ تھے۔

امام ابن العربی سیرت و شمائل اور اخلاق و عادات میں ممتاز تھے اور اس کے ساتھ زہد و ورع اور تقویٰ کے بھی جامع تھے اور بہت عابد و زاہد تھے[21]

امام ابن العربی نے ۵۴۳ھ میں انتقال کیا[22]

تصنیفات

امام ابن العربی کثیر التصانیف تھے۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے کشف الظنون، الدیباج المذہب اور بستان المحدثین کے حوالہ سے ان کی ۳۷ کتابوں کے نام "تذکرۃ المحدثین" میں درج کیے ہیں۔[23]

عارضۃ الاحوذی: یہ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (م ۲۷۹ھ) کی مشہور کتاب "جامع الترمذی" کی شرح ہے۔ اس کی اہمیت و مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) کے زمانہ تک جامع ترمذی کی اس کے علاوہ کوئی شرح متداول نہ تھی۔ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

"لا نعلم انه شرحه احدٌ کاملاً الّا القاضی ابوبکر بن العربی فی کتابه عارضة"[24]

(ہم کو قاضی ابوبکر بن العربی کی عارضۃ الاحوذی کے علاوہ ترمذی کی اور کسی شرح کا علم نہیں۔)

امام العصر مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) لکھتے ہیں:

"عارضۃ الاحوذی ترمذی کی مشہور شرحوں میں ہے۔ حافظ ابن حجر وغیرہ مشاہیر علمائے اسلام نے اپنی کتابوں میں اس سے استفادہ کیا ہے اور اس کے اقتباسات نقل کیے ہیں۔"[25]

عارضۃ الاحوذی مصر سے مکمل چھپ گئی ہے۔[26]

---

۱ یاقوت حموی، معجم البلدان، ج ۲ ص ۲۴۵

۲ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۴ ص ۵۴ — / ابن سبکی، طبقات الشافعیۃ، ج ۴ ص ۲۱۳

۳ ابن سبکی، طبقات الشافعیۃ، ج ۴ ص ۲۱۴۔

۴ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ج ۱ ص ۲۵۹ / شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، بستان المحدثین، ص ۱۲[illegible] و عجالہ نافعہ معہ فوائد جامعہ، ص ۱۷۔ ۵ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۴ ص ۵۴ —